



AL-QALAM

القلم

ISSN 2071-8683 E-ISSN 2707-0077

Volume 25, Issue, 1, 2020

Published by Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

رخصت شرعی۔ قواعد فقہیہ کی روشنی میں

Legal permission in the light of principles of sharia

***Kashif Bilal**

****Dr. Muhammad Ijaz**

*PhD Scholar, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore

**Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University, Lahore

Abstract

Islam is a way of life that promotes ease and not difficulty. There are numerous Aayaat and Ahadith that attests to this. The Quran reads: "Allah does not charge a soul except its capacity" (Baqarah:286). Thus the Prophet Muhammad (sal allah alihi wsalam) said: "Surely the Deen (of Islam) is easy" (Bukhaari). If a person is unable to carry out what the Sharee'ah (Islamic Law) expects of him/her, due to illness, injury, traveling, ignorance, or even old age, then the law grants a concession. There are certain principles based on Qur'aan and Sunan. That promotes the easiness and leniency of Islam and its Sharee'ah. One such principle is as follows: "Difficulty warrants ease" The above principle means that if difficulty exists then the law grants easiness in the form of a concession. An example of this principle is, if a person is on travel the Sharee'ah allows that person to shorten his/her prayers or if the same person is fasting, he/she is allowed to break fast. The allowance is given mainly because the law recognizes the hardships/difficulties in travel and therefore wants to facilitate ease in worship. Concessions (rukhsah) in Islam are allowed to lighten 'ibaadaat (acts of worship), mu'amalaat (transactional relationships), and other matters. Zarurah (necessity) and Hajah (need) is also the Maqasid al-Shariah protection tools in Islamic law. Salam, Istisna, Muzarbah etc contracts were considered permitted to remove the hardships from people.

Keywords: Rukhsah (Concession), Azeemat (Expedition), Hajah (Need), Takhfeef (Ease), Tashdeed (Hardship)

اسلام دین فطرت ہے اور رب العالمین کا عطا کردہ ایسا ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے، اس میں انسانی مزاج، خواہشات اور ضرورتوں کی پوری پوری رعایت رکھی گئی ہے، تاکہ کائنات انسانی کے باشندے اس کی روشنی میں اپنی زندگی ہنسی خوشی اعتماد کے ساتھ گزار سکیں، اور قوانین الہی پر عمل پیرا ہونے میں کوئی دشواری محسوس نہ کریں۔ رخصت قرآن، حدیث اور آثار صحابہؓ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہوں اور اپنے بندوں کو مشکل میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ**

يُكْمُ الْعُسْرِ (1) ”اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔“ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا آسانی و سہولت اور لوگوں پر نرمی کرنا اور تنگی و شدت کو ختم کرنا ہے۔ اس آیت میں ان الفاظ سے قبل مریض و مسافر کو دوسرے ایام میں روزے رکھنے کا حکم دے کر فرمایا کہ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔ قوانین میں جس قدر تنگی اور دشواری ہوگی اسی قدر تکلیف بھی زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد اپنے بندوں کو سہولت پہنچانا اور ان سے نرمی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حرج میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ فرمان الہی ہے: مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ (2) ”اللہ تعالیٰ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا (3) ”آسانی کرو مشکل نہ کرو، خوشخبری دو متفرق نہ کرو۔“ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب بھی آپ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آسان کام کو اختیار فرمایا، جب تک کہ اس میں گناہ کی کوئی بات نہ ہو۔ ما خیر رسول اللہ ﷺ بین امرین الا اخذ ایسرهما ما لم یکن اثما (4) صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور اعمال سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے مزاج میں یسر و سہولت کا پہلو نمایاں تھا اور وہ تکلف کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نهینا عن التکلف (5) ”ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔“

رخصت کا مفہوم

رخصت کا معنی ہے کسی کام میں سہولت اور آسانی پیدا کرنا یا مشکل کام سے آسان کام کی طرف منتقل ہونا۔ اصطلاح میں شریعت کی طرف سے کسی قابل اعتبار مشقت کی موجودگی میں حکم اصلی میں دی جانے والی تخفیف کا نام ”رخصت“ ہے۔ بعض اوقات مکلف کے لیے تکلیف اس درجہ کی ہوتی ہے کہ جس کو بغیر مشقت کے ادا نہیں کیا جاسکتا تو اللہ رب العزت کی ذات اسکو اس معاملے میں رخصت دے دیتی ہے جس کا شریعت نے اس سے مطالبہ کیا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر کسی امر کے حرام ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے مکلف کو اس کی اجازت دینا ”رخصت“ کہلاتا ہے۔

نظام الدین الشافعیؒ (325ھ) نے ”رخصت“ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: اما الرخصة فعبارة عن اليسر والسهولة، وفي الشرع صرف الأمر من عسر إلى يسر بواسطة عذر في

المكَلَّف (6) ”رخصت آسانی اور سہولت کا نام ہے۔ شریعت میں کسی کام کو تنگی سے آسانی کی طرف پھیرنا جبکہ مکلف میں عذر بھی ہو۔“

علامہ آمدی (631ھ) نے ”رخصت“ کی دو تعریفیں کی ہیں: الرخصة ما ابيح فعله مع كونه حراما ”حرام ہونے کے باوجود جس فعل کا کرنا مباح وہ رخصت ہے۔“ اور الرخصة ما جاز فعله لعذر مع قيام السبب المحرم (7) ”عذر کی وجہ سے جس کام کا کرنا جائز ہو باوجود حرمت کے سبب کے وہ رخصت ہے۔“

رخصت کے مقابلے میں ”عزیمت“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عزیمت ”عزم“ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کسی معاملہ میں انتہک کوشش کرنا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَتَنَسَىٰ وَلَمْ نُجِدْ لَهُ عَزْمًا (8) اسی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کو قلبی پختگی کی وجہ سے ”اولو العزم“ کہا گیا۔ جیسا کہ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (9) یہ رخصت کے بالمقابل ہے اور دونوں ایک ساتھ حکم شرعی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مکلف ہونا جس طرح رخصت میں ہے، عزیمت میں بدرجہ اتم ہے۔ عزیمت میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور رخصت میں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم۔

رخصت کی اقسام

رخصت کی مختلف اعتبار سے مختلف اقسام ہیں۔ مشروعیت کے اعتبار سے ابتدائی طور پر رخصتیں کی ہیں:

- 1۔ وہ رخصتیں جو محض آسانی کے لیے شریعت نے مقرر کی ہیں جیسے قرض، اجارہ، اعارہ، وکالت، ودیعت، شرکت، مضاربت، مساقات، مزارعت، حوالہ، رہن، بیع سلم اور بیع الوفاء وغیرہ
 - 2۔ وہ رخصتیں جو عوارضات کے عارض ہونے پر عذر تصور کرتے ہوئے جائز کی گئی ہیں۔ (10)
- جہاں کسی تخفیفی صورت پر رخصت کا اطلاق ہو گا یہی دوسری قسم مراد ہوگی۔ عوارض دو قسم کے ہیں:
- 1۔ عوارض سماویہ: جیسے بچپن، دیوانگی، پاگل پن، بھول، نیند، مرگی، بیہوشی، مرض، موت وغیرہ
 - 2۔ عوارض مکتسبہ: جیسے جہل، کم عقلی، سفر، خطا وغیرہ (11)

تخفیف کے اعتبار سے رخصت کے مختلف مراتب ہیں جن کے ذریعے اس بات کو متعین کیا جاتا ہے کہ کس چیز میں تخفیف ہوگی اور کس حد تک ہوگی؟ ائمہ اصول میں عزالدین عبدالسلامؒ (660ھ) کے نزدیک چھ (12) جبکہ جلال الدین السیوطی الشافعیؒ (911ھ)، (13) ابن نجیم الحنفیؒ (970ھ)، (14) اور دیگر ائمہ کے نزدیک

تخفیفات سات قسم پر ہیں۔ اور وہ یہ ہیں: تخفیف اسقاط، تخفیف تنقیص، تخفیف ابدال، تخفیف تقدیم، تخفیف تاخیر، تخفیف ترخیص، تخفیف تغیر۔

اسباب کے اعتبار سے رخصت کی تقسیم کی جاتی ہے۔ ان اسباب میں بالترتیب سفر، مرض، اکراہ، نسیان، جہل، عموم بلوی اور نقص وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہ تقسیم اصول رخصت کو زیادہ منضبط کرنے والی اور اس کی جزئیات کو زیادہ جمع کرنے والی سمجھی جاتی ہے۔ علامہ بزدویؒ (482ھ) نے عوارض مکتسبہ کے عنوان سے ان اسباب کا ذکر کیا ہے جو انسان خود پیدا کرتا ہے یا غیر کی طرف سے اس پر لاحق کیے جاتے ہیں۔ (15) علامہ سیوطیؒ (911ھ) اور ابن نجیم الحنفیؒ (970ھ) نے سفر، مرض، اکراہ، نسیان، جہل، عسر و عموم البلوی اور نقص کو رخصت کا سبب قرار دیا ہے۔ (16) جدید محققین اضطراب، جنون، نقص طبعی، نیند، صغر سنی (کم عمری)، افلاس، موسمی حالات، حرج و مشقت، بھوک و پیاس، کسی چیز کی ناپائی، حاجت، خوف، ضرر، عادت اور تادیب کو بھی رخصت کا سبب قرار دیتے ہیں۔ (17)

رخصت کے قواعد فقہیہ

قاعدہ کالغوی معنی ”بنیاد“ ہے۔ ہودہ کے نیچے لگائی جانے والی لکڑیوں کو بھی ”قواعد“ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی ”ہودہ“ کے لیے بمنزلہ بنیاد کے ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں ”قاعدہ“ کا لفظ ”بنیاد“ ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اصول فقہ میں قواعد کلیہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض قواعد وہ ہیں جو اکثریتی نوعیت کے ہیں اور اکثر صورتوں میں اساسی حیثیت کے حامل ہیں جبکہ بعض قواعد فروعی حیثیت سے اپنی جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے قواعد دو قسم پر ہیں:

1۔ اساسی قواعد: وہ قواعد جن میں عمومیت اور وسعت ہے اور وہ بہت سے دوسرے قواعد کو بھی شامل ہیں۔ شوائع کے ہاں ایسے قواعد پانچ ہیں: الامور بمقاصدھا۔ الیقین لا یزول بالشک۔ المشقة تجلب التيسير۔ الضرر یزال۔ العادة محكمة۔ جبکہ احناف کے ہاں ان کی تعداد چھ ہے اور چھٹا قاعدہ لا ثواب الا بالنية ہے۔ (18)

2۔ فروعی قواعد: مندرجہ بالا قواعد کے علاوہ تمام قواعد فروعی قواعد ہیں، اگرچہ ان کے ذیل میں بھی متعدد قواعد آتے ہیں لیکن ان کے اندر ایسی وسعت و عمومیت نہیں جو ان اساسی قواعد میں ہے۔

انہی اساسی و فروعی قواعد میں سے ”رخصت“ سے متعلقہ چند قواعد اور ان کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے تاکہ اس بات کا اندازہ کیا جاسکے کہ شرعی رخصت کی تعیین میں قواعد فقہیہ کی کتنی اہمیت اور فقہاء نے کس قدر جاں فشانی سے ان قواعد کو مرتب کیا ہے۔

پہلا قاعدہ: الرخصة عند تحقق الضرورة (19) ”رخصت ضرورت کے وقت متحقق ہوگی“۔

ضرورت سے مراد اضطراری کیفیت ہے، مضطر کو اس وقت تک فعل رخصت کی اجازت نہ وہ گی جب تک کہ قتل یا قریب القتل کا خوف نہ ہو۔ ہر ضرورت حرام کام کے جواز کی دلیل نہ ہوگی۔ بعض حرام کام جو حقوق العباد سے متعلق ہیں جیسے مسلمان کا قتل کرنا، زنا کرنا یا والدین کو مارنا وغیرہ ضرورت کے باوجود جائز نہ ہوں گے۔ جیسے بھوک کی صورت میں اگر مردار کے سوا کوئی چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو اور پاکیزہ کھانا ملنے کی امید ہو تو محض بھوک کی بنیاد پر ضرورت متحقق نہ ہوگی اور مردار کھانے کی رخصت نہ ہوگی جب تک کہ نفس کی ہلاکت کا خوف نہ ہو۔

دوسرا قاعدہ: الرخصة لمعنى خاص لا تثبت مع عدمه (20) ”کسی خاص کام کی رخصت اس کام کے علاوہ میں ثابت نہ ہوگی“۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رخصت کی مشروعیت مخصوص نوعیت کی حامل ہوتی ہے، اس تخصیص کی وجہ سے رخصت صرف اسی خاص معاملہ میں متحقق ہوگی اور جب وہ معاملہ ختم ہو جائے گا تو رخصت بھی ختم ہو جائے گی۔ جیسے قصر نماز سفر میں رخصت ہے، سفر ختم ہونے پر قصر کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ عورت کے لیے طیبہ (لیڈی ڈاکٹر) کی عدم دستیابی میں طیبہ (مرد ڈاکٹر) سے علاج کرانے کی رخصت ہے لیکن جب طیبہ میسر آجائے تو رخصت ختم ہو جائے گی۔

تیسرا قاعدہ: الرخص لا تناف بالمعاصی (21) ”گناہ کے کام میں رخصت کی اجازت نہ ہوگی“۔

مترادف الفاظ: العصيان هل ينافي الترخيص، أم لا؟- هل تبطل المعصية الترخيص، أم لا؟ الرخص لا تستباح بالمعاصی (22) اس قاعدہ کے مضمون میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ گنہگار کو گناہ والے کام میں رخصت کا حق ہو گا یا نہیں؟ شوافع اور حنابلہ کے ہاں رخصت کا حق نہیں ہو گا کیونکہ رخصت اللہ کی طرف سے بندوں پر احسان ہے اور گنہگار اس احسان کا مستحق نہیں بلکہ سزا کا مستحق ہے۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: **فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (23)** مطلب یہ کہ مضطر کو رخصت صرف اس شرط کے ساتھ ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر مضطر گناہ کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے تو رخصت کا مستحق نہ ہوگا۔ حنفیہ کا کہنا ہے کہ رخصت کی مشروعیت عام ہے عاصی و مطیع کا فرق نہیں ہے اس لیے گناہ

کے کام کرنے والے کو بھی رخصت کا حق ہو گا۔ ان کی دلیل یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: **وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ (24)** اس آیت میں سفر کی کوئی قید نہیں کہ سفر معصیت کا ہو یا اطاعت کا، علی الاطلاق تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔

چوتھا قاعدہ: الرخص لا تنطاط بالشك (25) ”شک کی صورت میں رخصت کی اجازت نہ ہوگی۔“ یہ قاعدہ سابقہ قاعدہ کی وضاحت ہے کہ شک کی وجہ سے ضرورت اور سبب کے باوجود رخصت نہ ہوگی، بلکہ شک کو یقین سے بدلا جائے گا، جب تک یقین نہ ہو جائے رخصت کا اطلاق نہ ہو گا۔ جیسے پاؤں پر مسح کرنے میں شک ہو جائے کہ مسح کرنا ہے یا دھونا ہے، ایسی صورت میں پاؤں کا دھونا واجب ہو گا، شک کی وجہ سے مسح کی رخصت پر عمل جائز نہ ہو گا۔ مسافر کو سفر کی مسافت وغیرہ میں شک ہو جائے کہ اس پر قصر ہے یا پوری ادا کرنی ہی تو ایسی صورت میں پوری نماز ادا کرنی ہوگی، شک کی وجہ سے قصر کی رخصت پر عمل جائز نہ ہو گا۔

پانچواں قاعدہ: الرخصة في الاقدام على ما لا يحل بسبب الاكراه لا تكون الا عند تحقق خوف الهلاك (26) ”اکراہ کی وجہ سے حرام کام کے کرنے کی اس وقت تک رخصت نہ ہوگی جب تک کہ (اس اکراہ کی وجہ سے) ہلاکت کا خوف ثابت نہ ہو جائے۔“ اکراہ ”رخصت“ کا سبب ہے لیکن ہر اکراہ کی وجہ سے رخصت متحقق نہ ہوگی۔ وہ اکراہ کہ جس سے ہلاکت یا عضو کے کاٹے جانے کا خوف ہو تب ”رخصت“ دی جائے گی۔ اکراہ کی دو قسمیں ہیں:

- 1۔ اکراہِ لمحمی یا اکراہِ تام: کسی شخص کو جان سے مارنے یا عضو تلف کرنے کی دھمکی دینا اور وہ اپنا دفاع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔
- 2۔ اکراہِ غیر لمحمی یا اکراہِ ناقص: جان سے مارنے یا عضو تلف کرنے کی دھمکی نہ ہو البتہ لمبا عرصہ قید کرنے یا سخت مار مارنے کی دھمکی دینا۔ (27)

چھٹا قاعدہ: المشقة تجلب التيسير (28) ”مشقت آسانی کو لاتنی ہے۔“ یہ قاعدہ شریعت اسلامی کے بنیادی قواعد میں سے ایک ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ شریعت کی تمام رخصتیں اور تخفیفات اس قاعدہ کی بنیاد پر نکلتی ہیں۔ مشقت کی موجب تخفیف ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے دو اقسام ہیں :

پہلی وہ مشقت جس سے کوئی عبادت خالی نہیں ہوتی، مثلاً سردی میں وضو کرنے کی مشقت، نہانے کی مشقت، سخت گرمی میں روزہ رکھنے کی مشقت، لمبا روزہ رکھنے کی مشقت، حج اور جہاد کے فرائض انجام دینے میں سفر کی

مشقت۔ دوسری وہ مشقت جس سے عبادات عموماً خالی ہوتی ہیں اور وہ کبھی کبھار پیش آتی ہے۔ ایسی مشقت کے تین درجات ہیں :

1- بڑی مشقت: ایسی صورت جس میں جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خوف ہو۔ ایسی مشقت ہر حال میں موجب تخفیف و رخصت ہے کیونکہ انسانی جان کی حفاظت شریعت اسلامیہ کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ اسے خطرہ میں ڈال کر شریعت کسی ایسی عبادت پر عمل درآمد نہیں کرانا چاہتی جس کو ملتوی کیا جاسکتا ہو اور بعد میں بھی اس پر عمل درآمد ہو سکتا ہو۔

2- معمولی مشقت: کسی کے سر میں معمولی درد ہے یا انگلی میں معمولی چبن ہے تو اس سے نماز، روزہ اور دوسری عبادات کی انجام دہی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایسی مشقت کسی تخفیف یا رخصت کا موجب نہیں ہوتی۔

3- درمیانے درجے کی مشقت: اس کا تعین ہر شخص خوف خدا اور دیانت داری سے خود کرے گا۔ اگر وہ بڑی مشقت سے قریب تر ہے تو اس کا حکم بڑی مشقت کے مطابق ہوتا ہے اور اگر وہ معمولی مشقت سے قریب تر ہے تو معمولی مشقت کا حکم اس پر جاری ہوتا ہے۔ (29)

ساتواں قاعدہ: الضرر یزال (30) ”ضرر کو دور کیا جائے گا“۔ مطلب یہ کہ ضرر کو ختم کیا جائے گا کیونکہ یہی شریعت کا مقصود ہے۔ یہ قاعدہ بعینہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے جامع کلمات میں سے ایک جامع کلمہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لا ضرر ولا ضرار (31) ”نہ تو خود ضرر اٹھانا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو ضرر پہنچانا ہے۔“ جیسے مضطر کے لیے دوسرے مضطر کا کھانا کھانا جائز نہیں، بیٹے یا غلام کو قتل کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اپنے جسم کا گوشت کاٹنا جائز ہے۔ اس قاعدے کی متعدد فروعات ہیں: الضرر لا یزال بالضرر۔ لا ضرر ولا ضرار۔ یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام۔ الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف۔ الضرر لا یكون قديماً۔ الضرر يدفع بقدر الامكان (32)

آٹھواں قاعدہ: إذا ضاق الأمر اتسع (33) ”جب معاملے میں تنگی ہو تو وسعت نکل آتی ہے“۔ یہ قاعدہ ”المشقة تجلب التيسير“ کی فرع ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جب کسی کام میں تنگی پیدا ہو تو اس میں وسعت کا پہلو نکلتا ہے۔ اس قاعدہ کا عکس بھی ہے ”إذا اتسع الأمر ضاق“ (34) ”جب معاملات میں وسعت آجائے تو تنگی کا پہلو نکلتا ہے“۔ بعض نے دونوں قاعدوں کو اس طرح جمع کیا کہ: ”کل ما تجاوز عن حده انعكس الى ضده“۔ ”اور کوئی بھی چیز جب اپنی حد سے تجاوز کرے تو اسے اس کی ضد کی طرف پھیر دیا جائے

گا۔ اور وضعت الأشياء في الأصول على انها اذا ضاقت اتسعت واذا اتسعت ضاقت۔ ”اصولی طور پر چیزوں کی وضع اس بات پر ہے کہ جب تنگی آئے تو وسعت پیدا ہو جائے اور جب وسعت آئے تو تنگی پیدا کر لی جائے۔“ جیسے امام شافعیؒ سے مختلف اوقات میں تین سوالات پوچھے گئے جن کا جواب دیتے ہوئے آپ نے اس قاعدے کو بطور دلیل پیش کیا۔ ایک مرتبہ امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ ایسی عورت جس کا ولی سفر میں مفقود ہو جائے تو اس کے لیے کسی قابل اعتبار شخص کو اپنا وکیل بنانا جائز ہے اس پر جب آپ سے دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: إذا ضاق الأمر اتسع۔ اسی طرح آپ سے ایسے برتن کے حوالے سے پوچھا گیا جس کو سرجمین سے محفوظ رکھنا ممکن نہ ہو کہ کیا اس میں سے وضو کرنا جائز ہے تو آپ نے وہی جواب دیا۔ پھر ایک مرتبہ آپ سے نجس مقامات پر بیٹھنے والے مکھی کے حوالے سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کی نجاست کے حوالے سے بھی اسی قاعدے کو پیش کیا۔ (35)

نواں قاعدہ: الضروریات تبیح المحظورات (36) ”ضروریات ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔“ مترادف الفاظ: يجوز في الضرورة ما لا يجوز في غيرها (37) اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ چیز جس کو مباح کیا جا رہا ہے اس سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ شافعی فقہاء نے اس قاعدہ میں ”بشرط عدم نقصانها عنها“ (38) کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی ضرورت کی حالت میں ناجائز چیز جائز ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ ضرورت درجہ اور اہمیت میں ان ناجائز چیزوں سے کم نہ ہو بلکہ ان سے بڑھ کر ہو۔ جیسے سخت بھوک کے باعث مردار کھانا، شراب کے ذریعے کھانے کے لقمے کو نگلنا، مجبور کئے جانے پر کلمہ کفر کہنا۔

دسواں قاعدہ: ما ابیح للضرورة یقدر بقدرہا (39) ”ضرورت کی وجہ سے مباح ہونے والی چیز بقدر ضرورت مباح ہوتی ہے۔“ اس قاعدہ میں رخصت والی چیز کی مقدار بتائی گئی ہے کہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے مباح ہو اور اس کے استعمال کی رخصت دی جائے تو وہ صرف بقدر ضرورت ہی مباح ہوتی ہے۔ اس مقدار سے زیادہ حرام کا ارتکاب بدستور حرام رہتا ہے۔ جوں ہی یہ ضرورت زائل ہوتی ہے وہ چیز فوراً حرام ہو جاتی ہے۔ جیسے اگر کسی شخص کو سخت بھوک یا موت کے ڈر کی وجہ سے مردار کھانا پڑ جائے تو صرف اتنا ہی کھانے کی اجازت ہوگی جس سے وہ زندہ رہ سکے اس سے زیادہ یعنی سیر ہو کر کھانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس قاعدہ کے مترادف الفاظ ہیں: الا تكون الاباحة فی ثابت المنع عند الحاجة الیه الا علی قدر المبیح (40)

گیارہواں قاعدہ: المیسور لا یسقط بالمعسور (41) ”جس پر قدرت ہو وہ ساقط نہیں ہوتا اس کی وجہ سے جس پر قدرت نہ ہوتی“۔ اس قاعدہ میں غیر مقدور حصہ کی رخصت کی نفی کی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ امور دین میں سے کوئی بھی امر جس کا کسی شخص کو مکلف بنایا گیا ہو اگر یہ شخص اس کے بعض حصہ پر قادر ہو اور کسی عذر کی وجہ سے اس کے بعض حصہ پر قادر نہ ہو تو اس مکلف کو رخصت کا حق نہ ہو گا اور وہ امر دین اس مکلف سے غیر مقدور حصہ کی وجہ سے ساقط نہیں ہو گا۔ جیسے جس شخص پر نفقہ واجب ہو تو صرف اس کی اتنی مقدار ہی واجب ہوگی جس پر وہ قادر ہے اور جتنے حصے پر وہ قادر نہیں وہ ساقط ہو جائے گا۔ ستر ڈھانپنے میں جتنا کپڑا میسر ہے اتنے کا وہ مکلف ہو گا اور باقی ساقط ہو جائے گا۔ اس قاعدہ کے مترادف الفاظ ہیں: لا یسقط المیسور بالمعسور (42) البعض المقدور علیہ هل یجب؟ (43)

بارہواں قاعدہ: کل رخصة أبیحت للضرورة و الحاجة لم تستبح قبل وجودها (44) ”ہر وہ رخصت جو ضرورت و حاجت کی وجہ سے مباح ہوئی، ضرورت کے وجود سے قبل مباح نہ ہوگی۔“ اس قاعدہ میں رخصت کا ابتدائی وقت بتایا گیا ہے کہ ضرورت و حاجت کے وجود سے پہلے رخصت پر عمل جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ رخصت اور تخفیف شرعی عذر اور ضرورت کی وجہ سے ہے جب تک وہ عذر اور ضرورت متحقق نہ رخصت کا اطلاق نہ ہوگا۔ جیسے تیمم کی رخصت پر عمل نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد ہوگا، نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے تیمم کی حاجت نہیں اس لیے تیمم کی اجازت بھی نہ ہوگی۔

تیرہواں قاعدہ: ما جاز لعذر بطل بزواله (45) ”جو چیز عذر کی وجہ سے جائز ہو وہ اس عذر کے ختم ہونے سے باطل ہو جاتی ہے۔“ اس قاعدہ میں رخصت کا انتہائی وقت بتایا گیا ہے کہ جو چیز عذر کی وجہ سے جائز ہو وہ اس عذر کے ختم ہونے سے باطل ہو جاتی ہے۔ جیسے نماز شروع کرنے سے پہلے پانی کے مل جانے پر تیمم باطل ہو جاتا ہے، اسی طرح فیصلہ ہونے سے پہلے اصل گواہ حاکم کے پاس آ جانے پر مریض کی گواہی باطل ہو جاتی ہے۔

چودھواں قاعدہ: الرخصة هل تتعدى محلها الى مثل معناها، أو لا؟ (46) رخصت اپنے ہم مثل معنی کی طرف متعدی ہوگی یا نہیں؟“۔ شریعت نے جس کام میں رخصت دی ہے کیا اس کام کے ہم مثل و ہم معنی کام میں بھی رخصت متحقق ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ رخصت ایک استثنائی صورت ہے اور استثناء پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس قاعدہ میں اس بات کی نشاندہی کرنے کے لیے سوالیہ انداز میں محققین پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ خود تحقیق سے اس کا فیصلہ کریں۔ رائج قول یہ ہے کہ جس رخصت پر نص موجود ہے اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے، وہ

ہم مثل ہے اور جس رخصت پر نص وارد نہیں ہوئی اس کی طرف رخصت متعدی نہیں ہوتی اور اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے ماں کو رضاعت میں بچے کے پیشاب کے معاملے میں مشقت کی وجہ سے رخصت حاصل ہے، اگر کوئی دوسری عورت اس بچے کو ماں کی غیر موجودگی میں دودھ پلائے تو اسے بھی یہ رخصت حاصل ہوگی۔ مرضعہ پر قیاس کرتے ہوئے جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے پر بھی اس رخصت کا اطلاق ہوگا۔

پندرہواں قاعدہ: إذا تعارض مفسدتان روعي اعظمهما ضررا بارتكاب اخفهما (47)

جب دو مفسدات جمع ہو جائیں تو ان میں سے درجہ ضرر کا اعتبار کرتے ہوئے چھوٹے ضرر کا ارتکاب کر لیا جائیگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دو ضرر آپس میں باہم متقابل آرہے ہوں تو ان میں سے کم تر کو اختیار کر لیا جائے گا۔ علامہ سیوطیؒ نے اس قاعدے کو ”الضرر لا يزال بالضرر“ کے تحت ذکر کیا ہے۔ جیسے قاتل سے قصاص لینے میں تنگی ہے لیکن اگر اس پر عمل نہیں کرتے تو اس سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے ایک تو مقتول اور اس کے وارثین کے ساتھ ظلم ہوگا اور دوسرا وہ شخص معاشرے کے لیے فساد کا باعث بنے گا اس لیے اس سے قصاص کے معاملے میں ہی بچت ہے۔ اس قاعدہ کے مترادف الفاظ ہیں: يختار أهون الشرين أو اخف الضررين (48)

سولہواں قاعدہ: يدخل القوى على الضعيف، ولا عكس (49) ”قوی (حکم) ضعیف پر داخل ہوگا، اس کا برعکس نہیں۔“ قوی سے مراد فرائض، واجبات اور حکم اصلی ہے، ضعیف سے مراد مندوب، مباح اور رخصت والے امور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قوی حکم ضعیف پر داخل ہوگا، ضعیف قوی پر داخل نہیں ہو سکتا۔ جیسے حج کی نیت سے عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے، عمرہ کی نیت سے حج ادا نہ ہوگا۔ باندی کی بہن سے نکاح کر لیا تو باندی سے وطی کرنا جائز نہ ہو گا کیونکہ بہن کا فراش قوی ہے اور باندی کا فراش ضعیف ہے۔ باندی سے وطی کی، پھر اس کی بہن سے نکاح کر لیا تو اب باندی حرام ہو جائے گی کیونکہ نکاح کا فراش، ملک کے فراش سے قوی ہے۔

سترہواں قاعدہ: درء المفسدات أولى من جلب المصالح (50) ”مفسدات کا دفع کرنا منفعت کے حصول سے اولیٰ ہے۔“ جب مفسدات اور مصالح دونوں میں تعارض آجائے تو دفع مفسدات کو مقدم رکھا جائے گا۔ کیونکہ ادا امر پر عمل کرنے کی بجائے منہیات سے روکنا شریعت کو زیادہ محبوب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: فإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه وإذا امرتكم بامر فأتوا منه ما استطعتم (51) ”پس جب میں تمہیں کسی کام سے منع کروں تو اس سے رک جائو اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت بجالایا کرو“

”حضور ﷺ نے اوامر میں تو استطاعت کی بات کی مگر نواہی میں رخصت نہیں دی اور یہی سبب ہے کہ بعض واجبات کو ادائی سی مشقت کے باعث چھوڑنے کی رخصت ہے جیسے نماز کا قیام، روزہ اور طہارت وغیرہ جبکہ منہیات میں خصوصاً گناہوں میں رخصت کا پہلو نہیں ہے۔ جیسے جب کسی عورت پر غسل فرض ہو اور اس کے لیے مردوں سے پردہ کر کے غسل کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو وہ نماز کو مؤخر کر دے کیونکہ بے پردگی کے مفاسد کا دفع کرنا نماز وقت پر ادا کرنے سے مقدم ہے۔ جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن لوگوں کے درمیان صلح کرانے اور بیوی کی اصلاح کے لیے جائز ہے۔

اٹھارواں قاعدہ: الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت او خاصة (52)

”حاجت چاہے عام ہو یا خاص وہ ضرورت کے درجے میں شمار ہوتی ہے۔“ حاجت اور ضرورت دو الگ الگ اصطلاحات ہیں، لیکن ایک دوسرے کی جگہ ان کا استعمال بکثرت ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ضرورت نہایت شدید امر کا نام ہے جس کے بغیر مقاصد شریعت (امور خمسہ) میں سے کسی کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو، جبکہ حاجت وہ ہے جسے پورا نہ کرنے سے تنگی، مشقت اور دقت تو پیدا ہو لیکن شریعت کے پانچ مقاصد میں سے کوئی مقصد کلی طور پر ضائع نہ ہو۔ حاجت کی دو قسمیں ہیں:

- 1- حاجت عامہ: تمام لوگ اپنے عام مصالح سے تعلق رکھنے والی چیزوں میں جس کے محتاج ہوں۔ جیسے اجارہ، مضاربہ، مساقاۃ، کفالہ، حوالہ اور دوسرے عقود وغیرہ۔
- 2- حاجت خاصہ: یک فرد یا محدود تعداد میں افراد کو جس کی حاجت ہو۔ جیسے دار الحرب میں مال غنیمت سے کھانے کی حاجت، خارش یا کھجلی میں مرد کو ریشم پہننے کی حاجت، مشرکین کو غضب میں مبتلا کرنے کے لیے جنگی سامان سنوارنے کی حاجت، مجاہد کے لیے خضاب کا استعمال اور جنگ میں تکبرانہ چال چلنا وغیرہ۔ (53)

انیسواں قاعدہ: الحدود تسقط بالشبهة (54) ”شبہات کے باعث حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔“

حدود کا نفاذ اہم ترین معاملہ ہے لیکن شک کی وجہ سے حدود کو ساقط کیا جائے گا تا کہ غلطی کے باعث کسی کو ناحق سزا نہ ملے۔ یہ قاعدہ بھی معاملات میں رخصت و تخفیف پر مبنی احکام پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس قاعدے کی بنیاد حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے۔ ادرؤ الحدود عن المسلمین ما استطعتم (55) ”حدود کو ہٹانے میں جتنی استطاعت رکھتے ہو اس کو دفع کرو۔“ اس کی مثال جیسے اگر کسی آدمی نے کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی جس کے خلاف چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی اور دوسرے چار نے اس کے کنواری ہونے کی گواہی دی تو زنا

والے چار گواہوں کے شبہ کی وجہ سے قاذف پر حد نہیں لگائی جائے گی اور کنواری والے چار گواہوں کی وجہ سے عورت پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ ان تمام صورتوں میں شبہ کی وجہ سے حد جاری نہ ہوگی۔

بیسواں قاعدہ: ما جوز للحاجة لايجوز أخذ العوض عليه (56) ”جو چیز حاجت کی وجہ سے جائز ہو اس پر معاوضہ وصول کرنا جائز نہیں۔“ شرعی عذر کی وجہ سے مکلف کو جس چیز کی رخصت دی گئی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کو کمائی کا ذریعہ بنالے اور معاوضہ وصول کرنا شروع کر دے۔ یہ قاعدہ علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ بعض مخصوص کاموں کے جواز کے ساتھ خاص ہے، اگر علی الاطلاق اس کی اجازت دے دی جائے تو بہت سے معاشرتی مسائل میں حرج واقع ہوگا۔ جیسے گھر میں کتا رکھنا ممنوع ہے، البتہ حفاظت اور شکار کے لیے اجازت ہے، لیکن حفاظت اور شکار کے لیے رکھے کتے کو اجرت پر دے کر معاوضہ وصول کرنا جائز نہیں۔ ہدی کے جانور پر سواری کرنا ممنوع ہے، البتہ حاجت کی وجہ سے رخصت ہے، لیکن ہدی کے جانور کو اجرت پر دوسروں کو دینا جائز نہیں۔

حاصل کلام

دین اسلام کا عمومی مزاج یسر و سہولت پر مبنی ہے، اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے انسان کو ایسے احکامات کا مکلف بنایا ہے جو حرج و مشقت سے پاک ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے آسانی والا معاملہ کرنے، خوشخبریاں دینے اور تنگی و مشقت کو دور کرنے کی تلقین فرمائی۔ رخصت پر عمل کرنا ہر مکلف کا حق ہے اور وہ عند اللہ بھی محبوب ہے لیکن رخصتوں کو تلاش کرنا اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر رخصت پر مبنی باتوں کو فروغ دینا پسندیدہ نہیں ہے۔ فقہاء و اصولیین کے وضع کردہ قواعد سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے جس مشقت کو روکنے اور جس کی موجودگی میں تخفیف و سہولت دینے کا اہتمام کیا ہے، اس سے مراد وہ مشقت ہے جو نص شرعی سے متصادم نہ ہو اور معمول کی حدود سے باہر ہو۔ جو مشقت اپنی عام، معقول اور معمول کی حدود کے اندر ہو اس میں تخفیف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ عام معمول کی مشقت وہ ہے جو عام انسان اپنی روزمرہ ضروریات پورا کرنے کے لیے عموماً برداشت کرتا یا کر سکتا ہے۔ ایسی مشقت کو شریعت ختم کرنا چاہتی ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ شرعی واجبات و فرائض کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب میں ایسی عام قسم کی مشقت بھی نہ ہو۔ نیز یہ کہ رخصت کا اطلاق مخصوص وجوہات اور اسباب کی بنا پر بقدر ضرورت ہے۔ جب وہ وجہ و سبب ختم ہو جاتا ہے تو اصل حکم لوٹ آتا ہے۔ ضرورت کا ایک دائرہ کار ہے

اسی محدود دائرہ میں ضرورت کو پورا کرنا لازم ہے، ضرورت سے زائد، ضرورت کے وجود سے قبل اور ضرورت کے علاوہ میں رخصت پر عمل ناجائز ہے۔

مصادر ومراجع

- 1- البقرة: 185 2- المائدة: 6
- 3- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار طوق النجاة، طبع اولی 1422ھ، 65/4
- 4- ایضاً (کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، 189/4
- 5- ایضاً، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکره من کثرة السؤال
- 6- الشاشی، نظام الدین اسحاق بن ابراہیم، امام، أصول الشاشی، ملتان، مکتبہ شرکت علمیہ، ص 105
- 7- آمدی، علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، ریاض، دار الصبیعی، 1424ھ، 177/1
- 8- طه: 115 9- الاحقاف: 35
- 10- اتاسی، محمد خالد، علامہ، شرح مجله الاحکام العدلیہ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ص 63
- 11- ڈھلون، عرفان خالد، ڈاکٹر، علم اصول فقہ، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، 2006ء، 401/2
- 12- عزالدین، عبدالعزیز بن عبدالسلام، القواعد الکبری، دمشق، دار القلم، طبع اولی، 1421ھ، 12/2
- 13- سیوطی، جلال الدین، الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، طبع اولی، 1403ھ، ص 82
- 14- ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الفکر، طبع اولی 1403ھ، ص 92
- 15- یزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، کنز الوصول الی معرفة الاصول، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ص 338
- 16- الاشباہ والنظائر للسیوطی، 8077؛ الاشباہ والنظائر لابن نجیم، 9084
- 17- عرفانی، عبدالماک، ڈاکٹر، اسلامی نظریہ ضرورت، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، 2001ء، ص 130
- 18- الاشباہ والنظائر للسیوطی الشافعی، ص 7؛ الاشباہ والنظائر لابن نجیم الحنفی، ص 14
- 19- سرخسی، شمس الدین، المبسوط، بیروت، دار المعرفة، 1409ھ، 76/24
- 20- بورنو، محمد صدیق بن احمد، الدکتور، موسوعة القواعد الفقہیہ، بیروت، دار ابن حزم، 1421ھ، 398/4
- 21- الاشباہ والنظائر للسیوطی، 135/1؛ الاشباہ والنظائر للسیوطی، 138؛ المنثور فی القواعد، 167/2
- 22- زحیلی، محمد مصطفی، الدکتور، القواعد الفقہیہ، دمشق، دار الفکر، طبع اولی، 1427ھ، ص 721 و 886
- 23- البقرة: 173 24- النساء: 43
- 25- الاشباہ والنظائر للسیوطی، 135/1 26- موسوعة القواعد الفقہیہ بورنو، 395/4
- 27- بخاری، عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار، بیروت، دار الکتب العربی، ملخص 383/4
- 28- الاشباہ والنظائر للسیوطی، 76 29- القواعد الکبری، 13/2

- 30- الاشياء والنظائر للسيوطي، 83
- 31- مالك، انس بن مالك، المؤطا (كتاب الاقضية)، ملتان- المكتبة الفاروقية، س-ن، ص 477
- 32- الاشياء والنظائر للسيوطي، 86؛ الاشياء والنظائر لابن نجيم، 96
- 33- الاشياء والنظائر للسيوطي، 83؛ الاشياء والنظائر لسبكي، 48
- 34- الزركشي، بدر الدين، المنشور في القواعد، الكويت، وزارة الاوقاف والشؤون، 1420هـ، 123/1
- 35- الاشياء والنظائر لابن نجيم، 93
- 36- المنشور في القواعد، 317/2؛ الاشياء والنظائر للسيوطي، ص 84؛ الاشياء والنظائر لسبكي، ص 94
- 37- القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، ص 297 38- الاشياء والنظائر للسيوطي، 84
- 39- الاشياء والنظائر للسيوطي، ص 84؛ المنشور في القواعد، 320/2؛ الاشياء والنظائر لابن نجيم، ص 95
- 40- المقرئ، محمد بن محمد بن احمد، القواعد، مكة المكرمة، مركز احياء التراث الاسلامي، س-ن، 133/1
- 41- الاشياء والنظائر للسيوطي، 159؛ المنشور في القواعد، 230/1 اور 198/3؛ القواعد الفقهية، ص 761
- 42- القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، ص 761 43- المنشور في القواعد، 227/1
- 44- القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، ص 296
- 45- الاشياء والنظائر للسيوطي، ص 85؛ الاشياء والنظائر لابن نجيم، ص 95
- 46- القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، ص 917
- 47- الاشياء والنظائر للسيوطي، ص 87؛ الاشياء والنظائر لابن نجيم، ص 98
- 48- موسوعة القواعد الفقهية بورنو، 230/1
- 49- القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة، ص 759
- 50- الاشياء والنظائر للسيوطي، ص 87؛ الاشياء والنظائر لسبكي، 105/1؛ الاشياء والنظائر ابن نجيم، ص 99
- 51- الجامع الصحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ
- 52- الاشياء والنظائر للسيوطي، ص 88؛ الاشياء والنظائر لابن نجيم، ص 100
- 53- الاشياء والنظائر للسيوطي، ص 88؛ المنشور في القواعد، 25/2
- 54- الاشياء والنظائر للسيوطي، ص 122
- 55- ترمذي، محمد بن عيسى، سنن جامع الترمذي (ابواب الحدود) لاهور، مكتبة رحمانية، س-ن، ص 395
- 56- المنشور في القواعد، 139/3